Fikr-o-Nasar (Islamabad) 14:1 (1976)

امامِ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

غلام جیلانی برق

امام ابن تیمیہ اُن عہد آفریں و تاریخ ساز مفکرین میں سے ہیں جو سات سو سال سے مسلمانانِ عالم کی علمی و فکری رہنمائی کر رہے ہیں۔ ان کا دائرہ اثر اتنا پھیل چکا ہے کہ اسلامی دنیا کے ہر گوشے میں آج ان کے ماننے والے موجود ہیں۔ یہ مقامِ بلند آپ کو یونہی نہیں مل گیا تھا بلکہ آپ نے بے پناہ محنت، پیہم عمل، شب و روز کی عبادت اور بے پناہ قربانیوں سے حاصل کیا تھا۔ آپ کو اعلائے کلمۃ الحق کی وجہ سے برسوں قید و بند کا شکار ہونا پڑا۔ آپ نے عمر بھر قلم چلایا۔ ۶۹۰ھ سے ۷۲۸ھ تک پورے اڑتالیس برس قرآن و حدیث کا درس دیا۔ تلخ تنقید کی وجہ سے بیسیوں فرقوں کی عداوت مول لی۔ فلسفیوں، معتزلوں، غلط کار صوفیوں اور فقیروں پر زبردست آگ برسائی۔ امراء و سلاطین کو تاڑا اور تب کہیں مجتہد، امام اور حجت کا اعزاز حاصل کیا۔

امام کے متعلق اکابر کی آراء

اس دور کے چند علماء کو چھوڑ کر جو آپ کی شہرت، عظمت، علم و فضل اور عوام کی عقیدت کو دیکھ کر جل گئے تھے، باقی تمام آپ کے مداح تھے۔ آپ کے ایک معاصر قاضی کمال الدین بن الزملکانی آپ کے سخت مخالف تھے لیکن یہ کہنے پر مجبور ہو گئے تھے:

هُوَ حُجَّةٌ لِلّٰهِ قَاهِرَةٌ
هُوَ بَيْنَنَا أُعْجُوبَةُ الدَّهْرِ ؎ (الرد الوافر اور الکواکب)

(کہ وہ اللہ کی حجتِ قاہرہ ہے اور زمانے میں ایک اعجوبہ)

آپ کے مداحین کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان سب کو سمیٹنے کے لیے وقت چاہیئے۔ اس لئے ہم یہاں

؎ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الشافعی (۲۴۸ھ)، الرد الوافر طبع مصر ص ۲۹ ۔ ۱۳۲۹ھ)

چند ایک کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ حافظ فتح الدین ابوالفتح بن سید الناس الیعمری المصری[1] کہتے ہیں:

بَرَزَ فِی کُلِّ فَنٍّ علیٰ اَبناءِ جِنسِہٖ ولم تَرعَینُ مَن رَآہُ مِثلَہٗ

(امام موصوف ہر فن میں ابنائے جنس پر فوقیت رکھتے تھے اور کسی شخص نے ان کی نظیر نہیں دیکھی۔)

۲۔ حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن شیخ عماد الدین ابو العباس احمد بن عبدالہادی المقدسی الصالحی الحنبلی (۷۰۶ — ۷۴۴ھ) نے امام کے سوانح ایک جلد میں مرتب کئے تھے۔ اس میں[2] فرماتے ہیں۔

ھو الشیخ الامام الربانی۔ امام الأئمۃ ومفتی الامۃ وبحر العلوم، فرید العصر وحید الدھر شیخ الاسلام، علامۃُ الزمانِ وترجمان القرآن۔

(آپ امام ربانی، امام الائمہ، مفتیٔ امت، علوم کے سمندر، زمانے میں بے مثال و یکتا شیخ الاسلام زمانے کے علامہ اور قرآنِ پاک کے ترجمان تھے۔)

۳۔ دمشق کے مشہور فاضل، مؤرخ اور حافظ شمس[3] الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز بن عبداللہ بن الذھبی الشافعی الدمشقی (۶۷۳ — ۷۴۸ھ) امام کے بہت بڑے مداح و معتقد تھے۔ آپ نے اسلام کی تاریخ بیس جلدوں میں لکھی تھی۔ آپ اپنی تصانیف میں بار بار امام کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک[4] جگہ فرماتے ہیں:۔

"اگر مجھے رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان حلف دی جائے تو میں حلفاً کہوں گا کہ میری آنکھ نے امام کی نظیر کہیں نہیں دیکھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک مرتبہ میں نے آپ کی تصانیف جمع کیں تو وہ ایک ہزار نکلیں۔ اس کے بعد کئی اور تصانیف بھی دیکھنے میں آئیں"۔

۴۔ شیخ[5] امین الدین بن ابو عبداللہ محمد بن شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن احمد بن الوانی (۳۵ھ) کی رائے:۔

"آپ ہمارے سردار، شیخ، سند، امام، علامہ، کامل الفن، اور بے نظیر تھے"۔

---

[1] ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الشافعی (۸۴۲ھ) الرد الوافر طبع مصر ص۱۲ ۱۳۲۹ھ [2] ایضاً ص۱۵

[3] ذہبی ایک بلند پایہ مصنف تھے ان کی کتابوں میں طبقات الحفاظ، میزان الاعتدال، تجرید اسماء الصحابہ، الطب النبوی، طبقات القراء، تہذیب الکمال۔ فی اسماء الرجال خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ (" ذہبی دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب) [4] الرد الوافر ص۱۸ [5] ایضاً ص۲۰۔

۵۔ شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن غانم بن وافد بن سعید الصالحی الدمشقی (۶۵ھ۔۷۳۲ھ) کہتے ہیں۔[۱]

الامام العلامۃ، الحجۃ الحافظ، ابن أھمد الورع شیخ الاسلام، قدوۃ الامام مفتی الشام اوحد العصر فرید الدھر۔

(وہ امام، علامہ، حجت، حافظ، زاہد، متقی، شیخ الاسلام، امام وقت، زمانے میں یکتا و بے مثال)

۶۔ تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وہب بن مطیع بن ابی الطاعۃ القشیری المنفلوطی المالکی بن دقیق العید (۷۰۲ھ) بھی امام کے مداحوں میں سے تھے۔ جب ۷۰۰ھ میں امام، شاہ مصر الملک الناصر سے ملنے کے لیے مصر میں گئے تو ان سے ابن دقیق العید بھی ملے۔ ملاقات کے دوران امام سے کہنے لگے۔

ماکنت اظن ان اللہ تعالیٰ بقی یخلق مثلک

(میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اللہ آپ کی نظیر یا آپ جیسا انسان پیدا کرے گا)

بعد از ملاقات کسی کے سوال کے جواب میں کہا۔

"تمام علوم ابن تیمیہ کے سامنے بکھرے پڑے ہیں وہ ان میں سے جو چاہے لے لیتا ہے اور جو چاہے چھوڑ دیتا ہے۔"

امام کے مداحین کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ الرد الوافر میں چھیاسی علماء کی آراء درج ہیں۔ پھر امام کے حالات کئی دیگر اہل قلم نے بھی لکھے ہیں۔ مثلاً:۔

۱۔ صفی الدین الحنفی البخاری	القول الجلی
۲۔ مرعی بن یوسف الکرمی	الکواکب الدریۃ
۳۔ ابن کثیر اسماعیل بن عمر عماد الدین ابو الفداء	البدایۃ والنہایہ
۴۔ الآلوسی	جلاء العینین
۵۔ ابن حجر	الدرر الکامنۃ
۶۔ ابن عمر شافعی	مناقب ابن تیمیہ
۷۔ جمیل بیگ العظم	عقود الجواہر
۸۔ ابن عبد الہادی	فی مناقب ابن تیمیہ

---

[۱] الرد الوافر ص۲۱

۹ - ذہبی — فی مناقب ابنِ تیمیہ

۱۰- ابوحفص عمر بن علی — الاعلام العلیہ

۱۱- ابوالعباس بن فضل اللہ العمری — مسالک الابصار

۱۲- احمد بن ابوبکر الطبرانی الکاملی — فی فضائلِ ابنِ تیمیہ

اگر ہم ان تمام مداحین امام تیمیہ کی فہرست تیار کریں جن کا ذکر ان کتابوں میں ہوا ہے تو یہ تعداد کئی سو تک پھیل جائے گی۔ اور انھیں سمیٹنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے ہم انہی بارہ ناموں پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام کا نام ونسب

امام کا پورا نام تقی الدین ابوالعباس احمد بن شہاب الدین ابی المحاسن عبدالحلیم بن شیخ الاسلام مجدالدین ابی البرکات عبدالسلام بن ابی محمد عبداللہ بن ابی القاسم الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی تھا۔ اس خاندان کا ہر فرد "تیمیہ" کا فرزند کہلاتا تھا۔

لفظ تیمیہ کی تحقیق

حافظ ابن رجب[۱] (۷۳۶ — ۷۹۵ھ) اپنی کتاب طبقات الحنابلہ میں تذکرۂ فخرالدین بن تیمیہ[۲] کے تحت لکھتے ہیں کہ ابوالقاسم الخضر کی دادی کا نام تیمیہ تھا۔ وہ اتنی بڑی فاضلہ، عالمہ اور خطیبہ تھیں کہ سارا

---

[۱] زین الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن شہاب الدین ابوالعباس احمد بن رجب السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی ایک بلند پایہ مورخ، فقیہہ اور محدث تھے آپ کی طرف ۳۲ کتابیں منسوب ہیں۔ چند نام یہ ہیں: طبقات الحنابلہ۔ شرحِ جامع ابی عیسیٰ الترمذی، جامع العلوم والحکم، فتح الباری فی شرح البخاری وغیرہ (ابن حجر: الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۳۲۱) [۲] فخر الدین محمد ابوالقاسم الخضر کے فرزند تھے ۵۴۲ھ کو حران میں پیدا ہوئے اور ۶۲۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ مثلاً:-
۱- تفسیر ۳۰ جلدیں ۲- ترغیب القاصد ۳- الموضح ۴- شرحِ ہدایہ - آپ کے دو فرزند عبدالحلیم اور عبدالغنی بھی بلند پایہ عالم تھے۔
(محمد یوسف عمری کوکن :- "ابنِ تیمیہ" — مدراس ۱۹۵۹ء — ص ۱۸)

خاندان اس کی طرف منسوب ہو گیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر "تیمیہ" ابو القاسم الخضر کی دادی کا نام تھا تو پھر اسی ابو القاسم کے دادا خضر، پڑدادا علی اور محمد، دادا عبد اللہ، تیمیہ کے فرزند کیوں کہلاتے تھے؟ اس سلسلے میں حافظ ابن کثیر[1] (۴، ج۷) کی بات زیادہ معقول نظر آتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ تیمیہ آپ کی ایک دور کی دادی کا نام تھا۔

حرّان

کسی وقت یہ شہر شام کی شمالی حد پر واقع تھا لیکن دوسری جنگِ عظیم کے بعد یہ ٹرکی کا حصہ بن گیا۔ یاقوت حموی معجم البلدان کی تیسری جلد میں "حرّان" کے تحت لکھتے ہیں کہ طوفانِ نوح کے بعد یہ پہلا شہر تھا جو اس خطے میں بسایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعۂ نار (آتش نمرود) کے بعد بابل (اُر) کو چھوڑ کر حرّان چلے گئے تھے اور وہاں سے حبرون (الخلیل) آگئے تھے جو یروشلم سے بیس میل جنوب میں واقع ہے۔ حرّان صابیوں (کواکب پرستوں) کا گڑھ تھا۔ وہاں ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر[2] نے بھی ایک ہیکل بنایا تھا جو مغلیتا کے نام سے مشہور تھا۔ اسے اسلامی عساکر نے سنہ ۱۸ھ میں حضرت عیاض[3] بن غنم کی قیادت میں مسخر کیا تھا۔

خاندانِ ابنِ تیمیہ

اس خاندان کے بہت سے افراد علم و زہد میں ممتاز تھے۔ مثلاً ابو القاسم خضر بن تیمیہ جن کے متعلق ابنِ خلکان[4] نے کہا تھا کان احد الابدال و الزھاد۔ کہ ابو القاسم ابدال میں شمار ہوتا تھا۔

---

[1] ابنِ کثیر کا پورا نام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن شہاب الدین ابو حفص عمر بن کثیر بن ضو بن کثیر بن زرع القرشی البصری ثم الدمشقی الشافعی (۷۰۱ - ۷۷۴ھ) تھا۔ آپ ابنِ تیمیہ کے شاگرد تھے۔ تفسیر ابنِ کثیر اور البدایۃ والنہایۃ کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی۔ البدایہ کتبِ تاریخ میں سند کی حیثیت رکھتی ہے (اردو دائرہ ص۴۸)

[2] دیکھئے مسعودی کی مروج الذہب۔ طبع چہارم ص۶۲

[3] کوکن: ابنِ تیمیہ۔ ص۸

[4] وفیات الاعیان۔ طبع مصر۔ ج۲۔ ص۳۴۸

۲۔ فخر الدین[1] محمد بن تیمیہ (۵۴۲ - ۶۲۱ھ) نابینا ہونے کے باوجود ممتاز علمائے حدیث میں گنے جاتے تھے۔

۳۔ ابو محمد[2] عبد الحلیم بن فخر الدین (۵۷۳ - ۶۰۳ھ) فقہ ۔ اصولِ فقہ ، میراث وغیرہ کے فاضل اور ایک کتاب "ذخیرہ" کے مصنف تھے۔

۴۔ سیف[3] الدین عبد الغنی بن فخر الدین (۵۸۱ - ۶۳۹ھ) نے اپنے والد کی تفسیر پر حواشی کا اضافہ کیا تھا۔ نیز اھداء القرب الیٰ ساکنی الترب" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی تھی۔

۵۔ امام موصوف کے دادا شیخ مجد الدین عبد السلام بن عبد اللہ بن تیمیہ (۵۹۰ - ۶۵۲ھ) ادب، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم کے فاضل تھے اور کئی کتابوں[4] کے مصنف تھے۔ مثلاً المنتقیٰ من احادیث الاحکام - الاحکام الکبریٰ (فقہ) شرح ھدایہ - المحرّر (فقہ) کتاب فی اصول الفقہ -

تذکرہ نگاروں نے خاندانِ ابنِ تیمیہ کے بیس مشاہیر کا ذکر کیا ہے لیکن ہم انہی چند ناموں پہ اکتفا کرتے ہیں۔

ولادت، ہجرت اور تعلیم

آپ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ، ۲۲ جنوری ۱۲۶۳ء کو حرّان میں پیدا ہوئے۔ آپ چھ سال کے تھے کہ آپ کے والد تاتاری حملے کی وجہ سے حرّان کو چھوڑ کر دمشق میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔

احمد کی تعلیم حرّان میں شروع ہو چکی تھی، دمشق میں اس کی تکمیل ہوئی آپ کی عمر[5] انیس برس کی تھی۔ کہ قاضیٔ دمشق نے آپ کو فتوے دینے کی اجازت دے دی اور بائیس برس کی عمر میں ۲ محرم ۶۸۳ھ کو بہت سے علماء کے سامنے پہلا درس دیا۔

۱۔ طبقات الحنابلہ "تذکرہ فخر الدین محمد" ۲۔ یوسف عمری کوکن "ابن تیمیہ" ص۳۱

۳۔ یوسف عمری کوکن ابنِ تیمیہ ص۳۲ ۴۔ دیکھئے ابنِ حجر کی دورِ کامنہ جلد نمبر ۴ ص۲۶۲ - حاجی خلیفہ کی کشف الظنون اور ابن ندیم کی الفہرست۔ ۵۔ البدایہ و النہایہ - جلد نمبر ۱۳، ص۲۴۱ ،

آپ کی زندگی تین چیزوں سے عبارت تھی یعنی تحصیلِ علم، تدریس اور تصنیف سے۔ آپ مبلغ بھی تھے اور تمام بدعات وغیر اسلامی افکار کی سختی سے تردید کرتے تھے۔ یہی سخت تنقید ہی آپ کے مصائب کا باعث بنی۔

آغازِ مصائب

حمایوں کے امام نے ۶۹۰ھ میں ایک جمعہ کو اشاعرہؒ پر سخت تنقید کی۔ چونکہ مصر و شام میں شوافع کی کثرت تھی۔ اور یہ بزرگ ابوالحسن الاشعریؒ (۲۶۰ - ۳۲۴ھ) کو اپنا امام ملنتے تھے اس لئے ملک بھر میں شورش سی بپا ہو گئی۔ لیکن قاضی القضاۃ شہاب الدین ابو عبداللہ محمد بن شمس الدین الشافعی (۶۹۳ھ) کی مداخلت سے یہ فتنہ عارضی طور پر فرو ہو گیا۔

عقیدہ حمویہ

۶۹۸ھ میں حماۃ کے ایک استفتاء کے جواب میں ۵۲ صفحات لکھے اور خدا کی صفات پر روشنی ڈالی اس پر بعض علماء نے آپ پر تجسیم کا الزام عائد کر دیا۔ اور بحث و مناظرہ کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جو کئی برس جاری رہا اور بالآخر ۲۳ رمضان ۷۰۵ھ کو آپ مصر کے برج میں قید کر دیئے گئے اور اٹھارہ ماہ کے بعد رہا ہوتے۔ (الدرر الکامنہ جلد ۱ ص ۱۴۷)

نصرانی کا واقعہ

ان دنوں دمشق کے ایک امیر کے ہاں ایک نصرانی بطور کاتب ملازم تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بار بار نازیبا الفاظ استعمال کرتا تھا اس پر امام چند علماء کے ہمراہ دمشق کے گورنر امیر عز الدین

ؔ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری بصرہ کے رہنے والے تھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کی پشت سے تھے یہ پہلے بصرہ کے مشہور معتزلہ الجبائی کے پیرو تھے۔ لیکن ۳۰۰ھ میں تائب ہو گئے اور صفاتِ الٰہیہ، قرآن، جبر و قدر اور ایسے ہی کئی دیگر مسائل میں معتزلہ کی تردید کرنے لگے۔ بعض اسلامی فرقوں پر بھی تنقید کی اور رفتہ رفتہ علم الکلام کے بانیوں میں شمار ہونے لگے آپ ۵۵ کتابوں کے مصنف تھے مشہور یہ ہیں۔ مقالات الاسلامیین۔ الابانۃ اللُمَع۔ رسالۃ الایمان وغیرہ۔ آپ کے پیرو اشاعرہ کہلاتے ہیں۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ "الاشعریؒ")

ایبک الحموی (۷۰۳ھ) سے ملے اور اس نصرانی کی شکایت کی. گورنر نے تحقیق کا وعدہ کیا اور یہ واپس چل پڑے، راہ میں وہی نصرانی سامنے آ گیا۔ تو امام مشتعل ہو گئے اور اسے اتنا پیٹا کہ وہ زخمی ہو گیا اور گورنر کے ہاں جا پہنچا۔ گورنر نے امام موصوف کو طلب کیا۔ اپنے سامنے[1] دُرّے لگوائے اور کچھ دنوں کے لئے ایک مدرسہ میں نظر بند کر دیا۔ رہا ہوتے آپ نے ایک کتاب الصّارم المسلول علی شاتم الرسول کے عنوان سے لکھی جسے پڑھ کر وہ نصرانی اسلام لے آیا۔

ایک اورِ ابتلاء

۲۳ ربیع الاول ۷۰۷ھ کو رہا ہونے کے بعد آپ پھر تدریس و تبلیغ میں مصروف ہو گئے، ہر وعظ میں اہلِ شرک و بدعت اور غلط کار صوفیاء و فقراء پر تنقید کرتے تھے، رفتہ رفتہ صوفیاء کی اکثریت بگڑ گئی۔ اور [2]۹ شوال ۷۰۷ھ کو پانچ سو فقراء کا ایک جلوس قصرِ شاہی تک جا پہنچا اور ملک ناصر کے پاس فریاد کی۔ بادشاہ نے انہیں ۱۹ شوال ۷۰۷ھ کو دوبارہ قید کر دیا۔ آپ تقریباً دو سال زنداں میں رہے اور ۸ شوال ۷۰۹ھ کو رہا ہوئے۔

مارپیٹ

امام موصوف[3] کی تقاریر سے مشتعل ہو کر قاہرہ کے ایک فقیہہ البکری[4] چند غنڈوں کے ہمراہ جامع حاکمی میں پہنچے اور امام کو پہلے گالیاں دیں، پھر مارا پیٹا۔ اور گلے میں رومال ڈال کر صحن میں گھسیٹا، شور سن کر اِرد گرد کے لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں انتقام کی اجازت دیجئے ہم ان کو سخت سزا دیں گے۔ امام نے بلند آواز سے کہا کہ میں نے ان لوگوں کو معاف کر دیا ہے۔ اس لئے آپ واپس چلے جائیں۔ چنانچہ لوگ آہستہ آہستہ منتشر ہو گئے۔

تیسری قید

امام یکم ذیقعد ۷۱۲ھ کو مصر سے واپس آ کر درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے بعض فقہی

---

۱ کوکن ص۸۰، ۲ کواکب ص۱۸۰، ۳ کواکب ص۱۸۳، ۴ البکری کا پورا نام تھا:- نورالدین ابوالحسن علی بن یعقوب بن جبریل البکری (کوکن ص۲۶۰)

فتاوے پر لے دے شروع ہو گئی اور بات یہاں تک بڑھی کہ شاہ مصر نے آپ کو فتوے دینے سے روک دیا۔ لیکن آپ نے فرمایا[1]: لا یسعنی کتمانُ العِلم (کہ میں علم کو چھپا نہیں سکتا)۔ اس پر آپ ۱۹ رمضان ۷۱۹ھ کو دمشق کی جیل میں ڈال دیئے گئے۔ جہاں آپ پانچ ماہ اٹھارہ دن رہے اور ۱۰ محرم ۷۲۱ھ کو باہر آئے۔

چوتھی اور آخری قید

رہا ہونے کے بعد پانچ سال تک تو سکون رہا۔ لیکن[2] پھر کسی بات پر اشتعال پیدا ہو گیا اور شاہ ناصر کے پاس اتنی شکایات پہنچیں کہ وہ آپ کو پھر قید کرنے پر مجبور ہو گیا۔ چنانچہ ۶ شعبان ۷۲۱ھ کو آپ قلعہ دمشق میں محبوس کر دیئے گئے۔ جہاں سے دو سال تین ماہ بعد آپ کا جنازہ باہر آیا۔

آپ چار دفعہ قید ہوئے تھے اور آپ کی مجموعی مدت قید چھ سال دو ماہ اور اٹھارہ دن تھی۔

قلم دوات سے محرومی

آخری قید میں امام کا کام شب و روز کتابیں لکھنا تھا۔ بعض علماء آپ کے ان مشاغل کو برداشت نہ کر سکے۔ اور[3] شاہ مصر سے یہ حکم جاری کرا دیا کہ امام کو قلم دوات اور کاغذ سے محروم کر دیا جائے چنانچہ ۹ جمادی الآخرہ ۷۲۸ھ کو پیر کے دن ان کے تمام کاغذات ضبط کر لئے گئے۔ ان میں ساٹھ سے اوپر کتابیں اور چودہ بستے تھے۔ انہیں مدرسہ عادلیہ دمشق کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ کوئلہ لے کر دیواروں اور برتنوں پر لکھتے رہے اور دوستوں کو بھی چند خطوط کوئلہ ہی سے لکھے۔

تصانیف

امام کا قلم شب و روز چلتا رہتا تھا۔ آپ کے پسندیدہ موضوع یہ تھے:-

۱۔ فرقہائے باطلہ مثلاً قدریہ، جبریہ، معتزلہ وغیرہ کا رد۔

---

[1] کواکب ص۱۸۶ ، [2] کواکب ص۱۸۷ ، [3] کواکب ص۱۹۸ ،
کوکن ص۲۶ البدایہ جلد ۱۴ ص۱۲۳ ،

۲۔ فلسفہ و منطق پر تنقید۔
۳۔ قضاء و قدر، جبر و اختیار، معجزات اور دیگر اختلافی مسائل پر بحث۔
۴۔ عقائدِ باطلہ کی تردید۔
۵۔ نبوت، ایمان، حشر و نشر، توسّل، عبادات، قرآن، حدیث اور جہاد کی تفسیر و تفصیل۔

آپ کی تصانیف کی تعداد کیا تھی۔ اس پر مختلف قول ملتے ہیں۔ ابن[1] شاکر الکتبی نے فوات الوفیات میں ایک سو ساٹھ بتائی ہے۔ علم الدین القاسم بن محمد البرزالی (۶۶۴ – ۷۳۹ھ) معجم الشیوخ میں لکھتے ہیں کہ آپ کی تصانیف تین سو سے زائد تھیں۔ رجیل بیگ العظم نے عقود الجواہر (طبع بیروت ۱۳۲۶ھ ص ۱۶۷) میں تین سو چالیس نام دیئے ہیں، میں نے اپنی ڈاکٹریٹ کے مقالے میں ۴۸۰ نام دیئے تھے۔ صاحب[2] الرد الوافر فرماتے ہیں:-

وبلغت مؤلفاته في حال حياته نحو خمس مائة مجلدًا او نحوها۔

(آپ کی تصانیف کی تعداد آپ کی زندگی میں پانچ سو تک پہنچ گئی تھی۔)

استاد محمد ابوزہرہ مصری نے اپنی تصنیف "ابن تیمیہ" میں ۵۳۹ کتابوں کے نام دیئے ہیں اور ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن تیمیہ کی تصانیف جمع کیں تو وہ ایک ہزار تک پہنچ گئیں اور بعد میں مجھے چند اور کتابیں دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔

اقوال میں یہ اختلاف اس لیے پیدا ہوا کہ وقتاً فوقتاً مجلّدات کی تعداد بدلتی رہی۔ غیر مجلد اور کھلے اوراق کو ایک جلد میں بھی جمع کیا جا سکتا ہے اور ہر باب کو ایک جلد سمجھ کر دس جلدوں میں بھی پھیلایا جا سکتا ہے اور غالباً یہی کچھ تصانیفِ امام کے ساتھ ہوا۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ایک ایڈیٹر اور بلند پایہ مستشرق – براکلمان – ابن تیمیہ کے تحت لکھتے ہیں کہ ان کی تصانیف میں سے صرف ۱۵۲ موجود ہیں اور باقی گم ہو چکی ہیں۔ چند مشہور کتابوں کے نام

---

[1] صلاح (یا فخر) الدین محمد بن شاکر الکتبی الحلبی مورخ اور سوانح نگار تھے۔ ولادت ۶۸۶ھ۔ اور وفات ۷۶۴ھ۔ آپ کی فوات الوفیات ابن خلکان کی وفیات الاعیان کا تکملہ ہے اس میں ۵۷۲ اشخاص کے حالات ہیں۔ آپ کی عیون التواریخ چھ مجلدات پر مشتمل ہے (دائرۃ المعارف اسلامیہ "ابن شاکر") [2] الرد ص ۱۸

یہ ہیں :-

۱- الصارم المسلول علی شاتم الرسول۔

۲- منہاج السنۃ

۳- کتاب الایمان

۴- کتاب النبوات

۵- البحر المحیط

۶- الرد علی فلسفۃ ابن رشد

۷- الجہاد

۸- کتاب الرد علی النصاریٰ

۹- تحریم السماع

۱۰- اثبات المعاد (عقود الجواہر ص۱۴۷)

ابن تیمیہ کا مسلک

آپ کا مسلک وہی تھا جو صحابہ کرام کا۔ آپ کسی نص یا حدیث کی سند کے بغیر نہ تو کوئی فتوے دیتے تھے۔ نہ کسی اور سمت میں کوئی قدم اٹھاتے تھے۔ قرآن کی تفسیر اولاً قرآن ثانیاً حدیث اور بالآخر ان دونوں کی روشنی میں اجتہاد سے کیا کرتے تھے۔ وہ صرف وحی کو دین کا ماخذ قرار دیتے تھے۔ فلسفیانہ و منطقیانہ نقطۂ نظر کو غلط اور فلسفیوں[۱] کو گمراہ سمجھتے تھے۔ دوسری طرف غزالی فلسفہ کو وسیلۂ علم و معرفت تصور کرتے تھے اور بوعلی سینا (۹۸۰ – ۱۰۳۷ء) کو وہ مقام[۲] دیتے تھے کہ بعض اوقات اپنی مباحث میں سینا کی عبارات بالفاظہٖ نقل کر ڈالتے تھے۔

آپ اللہ کی صفت کلام کو[۳] قدیم اور تکلم کو حادث قرار دیتے تھے۔ آپ[۴] خدا کو ان اسباب کا بھی خالق سمجھتے تھے جو حدوثِ افعال کا سبب بنتے ہیں۔ آپ ثواب کے لیے زیارتِ[۵] قبور کی اجازت نہیں دیتے

---

[۱] کوکن ص۱۳۱ [۲] ابن تیمیہ: شرح العقیدۃ الاصفہانیہ۔ مصر۔ ص۱۱۷ – [۳] مجموعۃ الرسائل والمسائل جلد ۳ ص۱۰۶، [۴] مجموعۃ الرسائل والمسائل جلد ۵ ص۴۵، [۵] قاعدہ جلیلۃ فی التوسل والوسیلہ۔ ص۱۰۲،

تھے۔ آپ کے ہاں فنا فی اللہ کا مطلب ترک مناہی کے بعد اوامر کی تعمیل میں ڈوب جانا تھا۔

التحفۃ العراقیہ میں معرفت کے تین مدارج بتائے ہیں۔ اوّل: معرفتِ نفس۔ دوم: ظہورِ نفس یعنی نفس کی پوشیدہ صلاحیتوں کا عریاں ہونا۔ سوم: تعمیرِ نفس۔ ان مدارج کو طے کرنے کے لیے تسلیم، صبر اور توکل کی ضرورت ہے۔ انسان ایک وسیع کائنات ہے، جب وہ عشق کو اپنا لیتا ہے تو اس کی ہستی پھیلنے لگتی ہے یہاں تک کہ ارض و سما اس کے پروں کے نیچے سما جاتے ہیں۔

امام نے سینکڑوں مسائل پر بحث کی ہے ان میں اجتہاد، نص، سنت، اجماع، قیاس اور تمام اخلاقیات شامل ہیں۔

امام کا کردار

امام کی زندگی اسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھل کر نکلی تھی۔ آپ مال و متاعِ دنیوی سے گریزاں، شاہی درباروں سے متنفر اور رہن سہن میں حد درجہ سادہ تھے۔ وہ نہ تو علمائے وقت کی طرح شوخ لباس پہنتے تھے اور نہ صوفیوں کی طرح گلیم و دلق اوڑھتے تھے۔ علم و عبادت کی چاٹ نے انہیں دنیا کی ہر لذت سے بے نیاز کر دیا تھا۔ آپ کا روزانہ معمول سحر سے طلوع تک ذکر و تلاوت، بعد از طلوع تصنیف و تالیف پھر تدریس اور فارغ اوقات میں بیماروں کی عیادت، شرعی تقریبات میں شرکت اور فقہی استفسارات کا جواب دینا ہوتا تھا۔ حق گوئی ان کا ممتاز ترین وصف تھا۔ دین کے معاملے میں وہ کسی امیر و سلطان کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

ایک مرتبہ یہ کسی مظلوم کی فریاد لے کر شام کے ایک جابر رئیس قطلوبیگ کے پاس گئے تو اس نے طنزاً کہا:

"جب تم کسی امیر کو کسی عالم کے ہاں دیکھو تو سمجھو کہ امیر و عالم دونوں اچھے ہیں لیکن اگر کسی عالم کو کسی امیر کے دروازے پر پاؤ تو دونوں کو بُرا سمجھو"

امام نے جواب میں فرمایا۔ کہ فرعون تم سے بڑا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے۔ بایں ہمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بار بار فرعون کے دربار میں جاتے تھے۔ اس پر وہ امیر سخت شرمندہ ہوا۔ اور معافی مانگ لی۔

اسی طرح جب غازان[۲] دمشق پر حملہ آور ہوا۔ تو اسے مسلمانوں کے قتل سے روکنے کے لیے امام اس کے

---

[۱] ۔ کوکن ص ۵۹۲، [۲] غازان ایران کے ایلخانی سلسلہ کا ساتواں سلطان تھا۔ جو ۶۹۴ھ میں تخت نشین ہوا اور ۷۰۳ھ میں فوت ہو گیا۔ اس سلسلہ کا بانی چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو خان تھا۔ اس کی ابتدا ۶۵۴ھ میں ہوئی اور خاتمہ ۷۳۶ھ میں شاہوں کی تعداد گیارہ تھی (سلاطینِ اسلام ص ۲۳۱)

دربار میں جا پہنچے۔ غازان نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ اور شہر کو امان دے دی۔ پھر کھانے کا وقت آ گیا جب کھانے لگا تو امام نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا۔ کہ اے غازان۔ تیرا سارا مال لوٹ کھسوٹ کا ہے۔ میں اسے حرام سمجھتا ہوں۔ غازان آپ کی جرأت ایمانی سے اس قدر مرعوب ہوا کہ سر جھکا کر امام سے کہنے لگا۔ کہ میرے لئے دعا فرمائیے۔ اس پر امام نے ہاتھ اٹھا کر کہا:۔

"اے اللہ! اگر غازان تیری راہوں میں صداقت کی حفاظت کے لئے لڑ رہا ہے تو اس کی مدد کر۔ اور اگر مار دھاڑ کے لئے جنگ کرے۔ تو اسے اپنی گرفت میں لے۔"

اور غازان آمین آمین کہتا رہا۔

امام موصوف بڑے متقی، زاہد، ایثار پیشہ، فیاض، بلند اخلاق، متواضع اور بہادر تھے۔ صاحب الکواکب نے ہر عنوان کے تحت کچھ حکایات بھی لکھی ہیں۔ جنہیں ہم خوف طوالت سے نظر انداز کرتے ہیں۔

اور سورج ڈوب گیا

ابن تیمیہ کی ولادت ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ کو ہوئی تھی۔ جب آپ آخری مرتبہ قلعہ دمشق میں محبوس تھے اور علماء کی شکایت پر قلم[۱] دوات سے محروم کر دیئے تو آپ مغموم سے رہنے لگے۔ تمام فارغ اوقات عبادت، تلاوت اور ذکر و تسبیح میں صرف کرنے لگے۔ آپ ایام حبس میں اکاسی قرآن ختم کر چکے تھے بیاسیویں تلاوت میں جب ستائیسویں پارے کی اس آیت تک پہنچے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر ۵۴–۵۵) (بے شک نیک لوگ اللہ کے قریب نہروں اور باغوں میں رہ کر مقام عزت حاصل کریں گے۔)

تو نقاہت[۲] کی وجہ سے آواز ڈوب گئی۔ روح، قفس عنصری میں پھڑپھڑانے لگی۔ ہونٹ ہلنے لگے۔ شاید کلمہ شہادت کا ورد فرما رہے تھے۔ پھر ایک ہچکی لی۔ روح اپنے مرکز کی طرف پرواز کر گئی اور ملت اسلامیہ کا یہ آفتاب ۲۲ ذی قعدہ ۷۲۸ھ کو آنکھوں سے ہمیشہ کے لیے نہاں ہو گیا۔

---

[۱] کواکب ص ۱۴۳، [۲] کواکب ص ۱۹۸، [۳] آپ اکیس دن سے بیمار چلے آتے تھے اور قلم، کاغذ چھن جانے کے بعد کچھ اوپر چار ماہ زندہ رہے تھے (کواکب ص ۱۹۹ اور کرکن ص ۵۸۹)

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

آپ کی خبر قلعہ سے باہر پھیلی تو شہر میں ایک کہرام بپا ہو گیا ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ لوگ جوق در جوق قلعہ میں آنے لگے۔ گلیاں اور سڑکیں ماتم کرنے والوں سے بھر گئیں۔ عورتوں اور بچیوں کی چیخ و پکار بہت دلخراش تھی۔ ہجوم کے اصرار پر آپ کی بعض اشیاء نیلام کر دی گئیں۔ آپ[1] کے گلے کا ایک دھاگہ ۱۵۰ درہم میں فروخت ہوا اور کنگھی ۵۰۰ میں۔ آپ کے غسل کا پانی لوگوں نے بانٹ لیا۔ جنازہ اٹھنے سے پہلے آپ کے ایک فاضل شاگرد حافظ ابن کثیر قلعہ میں داخل ہوئے۔ استاد پر نظر پڑی تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ پھر آگے بڑھے امام کے چہرے سے چادر سرکائی۔ اور جھک کر ان کی روشن پیشانی کو چوما۔ اس کے بعد جنازہ اٹھا تو ہجوم کا یہ عالم تھا کہ جنازہ دو قدم آگے چلتا اور اتنا ہی پیچھے ہٹتا۔ بالآخر فوج بلوائی گئی۔ اس نے ہجوم کو ہٹا کر راستہ بنایا۔ کافی دیر کے بعد جنازہ دمشق کے باہر ایک میدان میں پہنچا۔ امام کے بھائی زین الدین عبدالرحمٰن بن تیمیہ (۶۶۳ — ۷۴۷ھ) نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں تقریباً پانچ[2] لاکھ مرد اور پندرہ ہزار عورتیں شامل ہوئیں۔ عین اس عالم میں کسی نے بلند آواز سے کہا ؎

ھٰکذا تکونُ جنائزُ اھلِ السُّنَّۃِ (پیروانِ سنت کے جنازے یوں ہوتے ہیں)

ایک مرتبہ امام[3] احمد بن حنبل بغدادی (۲۴۱ھ) نے فرمایا تھا۔

یا اھل البدع بیننا وبینکم الجنائز (اے اہل بدعت: تمہارا ہمارا فیصلہ ہمارے جنازوں سے ہوگا۔) — کہتے ہیں۔ کہ امام حنبل کے جنازے میں سات لاکھ انسان شامل ہوئے تھے۔

مراثی

آپ کی وفات پر متعدد شعراء نے مرثیے لکھے جن میں سے ۲۵ میرے پاس محفوظ ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن عبدالکریم التبریزی نے کہا؛

لِفَقدِ الفتی التیمیّ تجری المدامع ۔۔۔ وتَصدَعُ بالنوحِ الحمامُ الصوادِعُ

---

[1] کواکب صفحہ ۲۰۰، [2] ، [3] کواکب صفحہ ۲۰۱،

آج تیمی جوان کی موت پر آنسو بہہ رہے ہیں اور سوگوار قمریاں رو رہی ہیں۔

وبالماء تطفى كل نار ونارنا — يؤججها بين الضلوع المدامع

ہر قسم کی آگ پانی سے بجھ جاتی ہے لیکن میرے سینے کی آگ کو میرے آنسو اور بھڑکا رہے ہیں۔

امام بكته ارضه وسماؤه — بكا حزين حزنه متتابع

امام کی وفات پر ارض وسماوات اُس غمزدہ کی طرح رو دئے جس پر غم کے حملے مسلسل ہو رہے ہوں۔

ولهٗ

افلت شموس المكرمات واظلم — الشام المنير وزال عنه النور

عزت وعظمت کے آفتاب ڈوب گئے ملک شام اندھیروں میں چھپ گیا اور روشنیاں جاتی رہیں۔

نور الفتى التيمي والقطب الذي — فلك العلوم عليه كان يدور

یہ روشنیاں تیمی جوان کی ذات سے خارج ہوتی تھیں، وہ ایک ایسا مرکز تھا جس کے گرد آسمانِ علوم چکر کاٹتا تھا۔

لله سري فوق الرقاب سريره — فعجبت كيف الراسيات تسير

جب لوگ آپ کے تابوت کو گردنوں پر اٹھا کر جا رہے تھے تو مجھے پہاڑ (ابن تیمیہ) کے چلنے پر بڑی حیرت ہوئی۔

ما كنت اعلم قبل يوم وفاته — ان البحار الزاخرات تغور

آپ کی وفات سے پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ مواج سمندر بھی سوکھ سکتے ہیں۔

تو یہ تھے امام احمد بن تیمیہ۔ جن کی تھکی ہوئی روح آج جنت کی بہاروں میں آرام کر رہی ہے اے اللہ اس کے اُخروی مدارج میں مزید اضافہ کر۔ والسلام۔

کتابیات

۱ الرد الوافر — ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الشافعی (۸۴۲ھ)

۲ الكواكب الدرية — مرعی بن یوسف الکرمی

۳	البداية والنهايه	حافظ ابن کثیر
۴	عقود الجواهر	جمیل بیگ العظم
۵	الاعلام العلیّة	ابوحفص عمر بن علی
۶	القول الحلبی	صفی الدین الحنفی البخاری
۷	مناقب ابن تیمیّه	احمد بن ابوبکر الطبرانی الکاملی
۸	الدرر الکامنه	ابن الحجر العسقلانی
۹	مسالک الابصار	ابوالعباس بن فضل اللہ العمری
۱۰	دائرۃ المعارف الاسلامیہ	(انگریزی و اُردو)
۱۱	طبقات الحنابله	ابن رجب حنبلی
۱۲	ابن تیمیّه	محمد یوسف عمری کوکن
۱۳	وفیات الاعیان	ابن خلکان
۱۴	مروج الذهب	علی بن حسین بن علی المسعودی
۱۵	الفهرست	ابن ندیم۔ ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب اسحاق الورّاق بغدادی'
۱۶	کشف الظنون	حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلپی'
۱۷	فوات الوفیات	محمد بن شاکر الکتبی الحلبی
۱۸	شرح العقیدة الاصفهانیه	امام ابن تیمیہ
۱۹	مجموعة الرسائل والمسائل	امام ابن تیمیہ
۲۰	قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیله	امام ابن تیمیہؒ
۲۱	سلاطین اِسلام	اُردو ترجمہ از ڈاکٹر برق
۲۲	ابن تیمیه	محمد ابوزہرہ مصری
۲۳	معجم الشیوخ	علم الدین' القاسم بن محمد البرزالی